www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار
اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر
قیمت صرف 3روپے

05/جولائی 3 2013ء جمعة المبارک 25شعبان ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر 24

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

زُو تہٕ موٗر گژھ پانٕس پانٕس
کیٛاہ لارِ نادانٕس میٛے
سٔنز ییٚلہِ گَرن کفنَس تہٕ سرٛانٕس
دٕہ باٗژ وُچھَن مہمانَس میٛے

"جان ایک طرف چلی جائیگی اور جسم ایک طرف رہے گا، ایسی حالت میں افسوس ہے کہ میں کیا ساتھ لوں گا اور کیا یہاں چھوڑوں گا۔ اُسی وقت میرے لئے غسل اور کفنانے دفنانے کیلئے تگ ودَو شروع ہوگی اور اِرد گرد اپنے پرائے مجھے مہمان جان کر دیکھتے ہوں گے اور نظریں جمائے ہوں گے۔"

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں ہاسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

پردہ

ابوالخیر

خدا نے عورت کو مرد کے پہلو سے پیدا کیا۔ اِس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ عورت کو مرد کے پیروں سے پیدا نہیں کیا تا کہ مرد یہ نہ سمجھے کہ اِس کی جگہ پیروں میں ہے، نہ ہی اِس کو مرد کے سر سے پیدا کیا تا کہ مرد یہ نہ سمجھے کہ اِس کو سر پر بٹھانا ہے۔ اِس کو پہلو سے پیدا کیا تا کہ مرد یہ سمجھے کہ یہ ایک طرح سے اس کے برابر ہے اور اس کی ساتھی ہے۔ مگر پیدا تو مرد کے جسم سے ہی کیا گیا اور مرد پہلے آیا تو مرد کی فوقیت بھی ظاہر کردی۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اِس کی اپنی فلاح اور حفاظت کیلئے کچھ بندشیں بھی مقرر کیں اور دنیا کے فتنوں اور شرور کا اِسے کوئی سبب بننے سے روکنے کیلئے کچھ حدود رکھے۔

پردہ عورت کو بہت حد تک محفوظ کرتا ہے اور اِس میں جہاں عورت ملعون خیالات کے لوگوں کے خطروں سے مامون ہوجاتی ہے وہاں پورا سماج بھی بہت سی پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔ کچھ وقت پہلے احقر کی ایک خاتون سے عورت کے پردے کے موضوع پر ایک زوردار بحث ہوئی۔ میں قارئین کی دلچسپی کیلئے اُس خاتون کے ساتھ ہوئی بات چیت کو یہاں نقل کررہا ہوں۔ اس مغربی خاتون نے برقعے کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا کہ مسلمان لوگ عورت کو Black Tent (سیاہ خیمہ) میں رکھتے ہیں۔ (واضح رہے، مغرب کے لوگ برقعہ کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے طنز سے بلیک ٹینٹ کہتے ہیں اور مسلمانوں کو چِڑاتے ہیں)۔

میں نے جواب میں کہا: چلو آپ کا ہی مانتے ہیں کہ برقعہ بلیک ٹینٹ ہے۔ مگر یہ بلیک ٹینٹ پنجرے کا نہیں بلکہ ایک پناہ کا نام ہے۔ ایک ایسی پناہ جو خطرات اور نقصانات سے ایک عورت کو بچاتی ہے۔ جب تک عورت اِس میں رہتی ہے وہ محفوظ اور مامون رہتی ہے اور جب اِس کو چھوڑتی ہے تو اَمن وامان اور حفاظت کو چھوڑتی ہے، اور پھر 'آوارہ کتے' اِس کو نوچنے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں۔ ٹینٹ کے جو ('pole') ستون ہیں وہ عورت کے کردار کی علامت ہے۔ جو ('ties') رسیاں ہیں وہ قاعدے اور حدود ہیں جو ستون کو بالکل سیدھا رکھتے ہیں۔ کوئی بھی ٹینٹ زنجیروں کے بغیر نہیں ہوتا۔

میں نے اس خاتون کو صلاح دی کہ وہ برقعہ پہنا کرے اور اپنی سہیلیوں کو بھی اِس کی ترغیب دے۔ پھر مذاق کے طور کہا کہ شاید تمارے ایسا کرنے سے مغرب میں عورت کے ساتھ دست درازیوں اور آبروریزیوں کے بڑھتے ہوئے اعداد وشمار میں کمی ہوجائے!

اس خاتون نے اپنا رَدِّ عمل اِن الفاظ میں ظاہر کیا: مسئلہ یہ ہے کہ جو مسلم خواتین برقعہ پہننا نہیں چاہتی ہیں اُنہیں اِس کے لئے مجبور کیا جارہا ہے۔ اُنہیں انتخاب کی کوئی آزادی نہیں ہے۔ غالبًا آپ اور آپ جیسے خیالات رکھنے والے لوگ برقعے کو پبلک میں ایک عورت کی صحیح 'پناہ' تصور کرتے ہوں مگر اِس کی اہمیت نہیں کہ آپ یا آپ جیسی سوچ رکھنے والے مسلم لوگ کس معیار پر سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کو ایسا دفاعی لباس تو نہیں پہننا، اِس لئے آپ لوگوں کا یہ حق بھی نہیں بنتا کہ آپ لوگ اِس معاملے پر فیصلہ صادر کریں یا احکامات جاری کریں۔ یہ صرف عورت کی مرضی ہے کہ وہ اپنے لئے کیا چیز اختیار کرتی ہے۔ جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ کیا عورت اِس طرح اپنے آپ کا دفاع کرنے اور ایسے طریقے سے پناہ لینے میں راضی ہے؟ اگر وہ اِس راستے پر زبردستی سے دھکیلی جارہی ہے تب یہ کوئی پناہ یا حفاظت نہیں بلکہ (Prison and oppression) عورت کو پابند سلاسل کرنے کی کاروائی ہے۔

میں نے جواب میں کہا: اگر میں آپ کی دلیل کا اسلام کی نکتہ نگاہ سے جواب دوں تو یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں مرد کا عورت پر یا عورت کا مرد پر فیصلہ یا احکامات ٹھونسنے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ خدا ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے اور اسلام کے احکامات کیا ہیں؟ مسلمان ہونے کا مطلب ایک عہد ہے جو وہ اپنے خالق سے کرتا ہے کہ وہ، چاہئے مرد ہو یا عورت، اپنی مرضیوں کو خدا کی مرضیوں میں فنا کردے گا اور جو فرائض اُس پر عائد ہیں اُن کی بلا چوں چرا کے پیروی کرے گا اور عمل کرے گا، اِس لئے ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو اپنے آپ پر بھی اپنی مرضی چلانے کا اختیار نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے تابع رہنے کے دونوں پابند ہیں۔ چونکہ شوہر اپنی بیوی کا اور باپ اپنی بیٹی کا اور حاکم اپنے محکوم کا امین ہوتا ہے اِس لئے اگر وہ اُن لوگوں کی تنبیہ کرتے ہیں جو خدا کی مرضی سے انحراف کرتے ہیں تو اُن کا وہ اقدام جائز ہے۔ اب اگر عقل کے معیار سے آپ کی دلیل کا جواب دیا جائے تو کیا دنیا درہم برہم نہ ہوگی کہ ہر کسی کو اپنی ہی مرضی پر چلنے کا اختیار دیا جائے؟ پھر عورت تو اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے بھی زنا کاری کے لئے آزاد ہوگی اور غیر مرد دوسرے شخص کی بیوی کیساتھ دادِ عیش دینے کی مرضی میں اُس کے شوہر کو رکاوٹ سمجھ کر اُسے ٹھکانے لگانے میں بھی آزاد ہوگا۔ پھر تو پوری دنیا کا نظام تتر بتر ہوجائے گا۔ جب ہم غیر جانبدار ایجنسیوں کی رپورٹوں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ اُن ممالک میں جہاں پردہ ضروری ہے، عورت انتہائی حد تک محفوظ ہے بمقابل اُن ممالک میں جہاں بے پردگی ہے۔ آپ اعداد وشمار دیکھئے اور اندازہ لگایئے کہ مغربی ملکوں میں عورت کے ساتھ دست درازیوں اور آبروریزیوں کی وارداتوں کی کتنی کثرت ہے اور عورت کتنی غیر محفوظ ہے۔ معزز خاتون! عورت کو اپنا جسم (Amusement park) تفریحی سیر گاہ نہیں بنانا چاہیئے لِہٰذا اسے پردے میں رہنا چاہیئے، اِس لئے میں دوبارہ آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ بھی برقعے کو اپنا شعار بنائیں۔ یہ بات نہ صرف عورت کے اپنے مفادات میں ہے کہ وہ اپنے بدن کو پوری طرح ڈھانک دے بلکہ مجموعی سطح پر عورت کا مستور رہنا پورے سماج کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

I hope like a good woman, you too will consider to wear it now :)

اس خاتون نے کہا:

I do not think all the women of world can or should walk around in 'black tents' whenever they go in public just because there are beastly men in the world who cannot control their sexual impulses....."

میں اِس بات کے حق میں نہیں ہوں کہ عورت کو صرف اِس وجہ پر 'بلیک ٹینٹوں' میں رہ کر بازاروں میں جانا چاہیئے کہ وہاں ایسے درندہ صفات مرد بھی ہوتے ہیں جو اپنی شہوانی جبلتوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔

میں نے جواب دیا: سچائی بہرحال سچائی ہے۔ دنیا کے تمام اندھیرے کو بھی جمع کیا جائے تو وہ بھی ایک موم بتی کی روشنی کو بجھا نہیں پائے گا، یہی حق کی مثال ہے۔ آپ کی بے وزن دلائل سے حق کی حقیقت کمزور نہیں ہوسکتی۔ جب عورت سے دست درازی ہوتی ہے تو بعض حالات میں ایسا لگتا ہے کہ عورت بھی//

بقیہ صفحہ 4 پر......

کیا ہر تفریح جائز ہے؟

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

بات صرف اتنی سی ہے کہ مقصد اور وسیلہ کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے اور شریعت کے تقاضوں اور حد بندیوں کو پامال نہ کیا جائے ورنہ کتاب وسنت پر نظر رکھنے والا کوئی عالم، زہد وتصوف کے لباس میں ملبوس کوئی صوفی اور مسندِ رشد وہدایت پر بیٹھا ہوا کوئی شیخ مطلقاً تفریح کو حرام نہیں کہہ سکتا۔ وہ حضرات سراسر بدگمانی، ضد اور تعصب کا شکار ہوئے ہیں جنہوں نے بعض ناروا کھیلوں پر اہل علم کی تنقید سن کر اپنے قلم اور زبان سے تابڑتوڑ حملوں کی بوچھاڑ کردی ہے اور ''مُلّا'' کو ہدف بنا کر اس پر چاند ماری شروع کردی ہے، وہ پینترے بدل بدل کر وار کررہے ہیں اور انداز بدل بدل کر سوالات کررہے ہیں، آخر یہ مولوی لوگ چاہتے کیا ہیں؟ جو نئی چیز آتی ہے اس کی مخالفت شروع کردیتے ہیں۔ اسپیکر ایجاد ہوا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ شمس وقمر کی تسخیر ہوئی تو اس کا انکار کردیا۔ اب یہ کھیل کود کے پیچھے لٹھ لے کر پڑ گئے ہیں۔ یہ پوری اُمت کو بسم اللہ کے گنبد میں بند کردینا چاہتے ہیں۔ ان کی کوشش تو یہ ہے کہ پوری قوم ہاتھ میں تسبیحات پکڑ کر مسجد میں بیٹھ جائے۔ چہروں پر خشونت، مزاج میں کرختگی، بات چیت میں سختی ہو۔ نہ کوئی ہنسے نہ کوئی مسکرائے، نہ خوشی کا اظہار، نہ جشن نہ تہوار، بس ہر وقت رونا دھونا، آہیں اور سسکیاں، آخر ہم انسان ہیں، ہمارے سینے میں بھی دل ہیں، ہمارے بھی کچھ جذبات ہیں، یہ جذبات اظہار چاہتے ہیں۔ یہ کھیل کود طبعی جذبات کے اظہار ہی کی تو صورت ہیں۔ اگر ان جذبات کے اظہار پر پابندی لگائی گئی تو گھٹن پیدا ہوگی۔ نوجوان نسل بغاوت کی راہ پر چل پڑے گی، آپ جب فلم اور ڈرامہ کو بے حیائی، ویڈیو گیمز کو بے راہ روی، گانا سننے سنانے کو حرام قطعی۔ کبوتر بازی اور مرغ بازی کو شیطانی عمل اور کرکٹ کو وقت کا ضیاع قرار دے دیں گے تو خود ہی سوچئے کہ کیا معاشرہ میں گھٹن پیدا نہیں ہوگی؟ نوجوانوں کے جذبات کا خون نہیں ہوگا اور کیا وہ یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ کیا ہم مسلمانوں کے لئے ہر تفریح حرام ہے؟ اور کیا ایک آئیڈیل مؤمن بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہر قسم کی شگفتگی، خوش مزاجی اور تفریح سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے؟ تو ان جارحانہ سوالات کا جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، دین کا کوئی مبلّغ، کوئی داعی، کوئی مجاہد اور کوئی خادم بلاتفریق ہر تفریح، ہر دل لگی اور ہر خوش مزاجی کو حرام نہیں کہہ سکتا۔ یہ علماء تو اس عظیم نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وارث ہیں جس کی شگفتگی اور خوش طبعی کے واقعات جماعتِ انبیاء میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ ایک طرف آپ کا قلب مبارک عرفانِ الٰہی میں ڈوبا رہتا تھا اور انسانیت کا درد آپ کو بے چین رکھتا تھا، شب کی تنہائی میں جب آپ پر گریہ طاری ہوتا تو سینے سے یوں آواز نکلتی جیسے ہنڈیا اُبل رہی ہو، دوسری طرف آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اہل وعیال سے، معصوم بچوں سے اور صحابہ کرامؓ سے ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے۔ چہرہ مبارک ہر وقت بشاش رہتا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر شخص سے مسکراتے چہرے سے ملتے تھے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے اس پہلو کے بارے میں بیسیوں واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن یہ مختصر سا کالم ان کے ذکر کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ہم تو صرف یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کررہے ہیں کہ اسلام، تنگ دلی، مایوسی اور رہبانیت کا مذہب نہیں ہے، اس میں انسان کے جائز طبعی تقاضوں کی تکمیل کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام میں انسانی جذبات کے اظہار کے مواقع بھی ہیں اور خوشی کے تہوار بھی۔ مزاج کی نمکینی بھی ہے اور کھیل کود اور تفریح کی اجازت بھی، لیکن جو کچھ بھی ہے اس کے کچھ حدود اور اصول ہیں۔ اسلام مسلمان کو بے لگام نہیں چھوڑتا کہ وہ تفریحِ طبع کے نام پر جس وادی میں چاہے منہ مارے اور شہوانی پیاس بجھانے کیلئے جس چشمہ سے چاہے سیراب ہوتا رہے، پھر یہ چیز بھی ہے کہ اسلام کھیل کود اور مزاح اور ظرافت کو محض وسائل کا درجہ دیتا ہے، زندگی کا مقصد بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مسلمان کی زندگی انتہائی قیمتی متاع ہے، یہ متاع کوڑا کرکٹ خریدنے کیلئے نہیں ہے بلکہ ہیرے اور جواہر حاصل کرنے کیلئے ہے۔ جہنم کا ایندھن اکٹھا کرنے کیلئے نہیں ہے جنت کی راہوں پر چلنے کیلئے ہے، یہ کیا ہوا کہ کافر کی زندگی کا مقصد بھی فلم، اسٹیج، ہلڑبازی اور کھیل کود کے میدان میں نام پیدا کرنا ہو اور مسلمان کی زندگی کا بھی یہی مقصد ہو۔ جبکہ آج صورت یہ ہے کہ مسلمان مردوں ہی نے نہیں بے شمار مسلمان خواتین نے بھی اپنی زندگی کا مقصد کھیل کود کو بنالیا ہے، وہ ساری زندگی کھیل ہی کیلئے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں، ان کا کھیلنا اسلئے نہیں ہوتا کہ جسم مضبوط ہو، ذہن کو تراوٹ حاصل ہو، طبیعت میں تازگی اور نشاط پیدا ہو اور پھر اس تازگی اور صحت سے فائدہ اُٹھا کر وہ کوئی ایسا کام کرسکیں جسمیں ملک وملت کا فائدہ ہو، بلکہ وہ تو جسم کی مضبوطی، طبیعت کی تازگی اور ذہن کی تراوٹ اسلئے حاصل کرتے ہیں تاکہ وہ کھیل سکیں۔ پھر جب ان کھلاڑیوں کو قومی ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے، انہیں گراں قدر انعامات سے نوازا جاتا ہے، ملٹی نیشنل کمپنیاں انہیں اپنے اشتہارات میں اسپانسر کرتی ہیں، سائنسدانوں، علماء، اساتذہ اور قوم کے محسنوں کو وہ عزت نہیں دی جاتی جو انہیں دی جاتی ہے تو پھر ان کی دیکھا دیکھی نئی نسل کے ہر فرد کے دل میں کھلاڑی اور خاص طور پر کرکٹر بننے کی اُمنگ پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ آج کل کرکٹ ہی وہ کھیل ہے جسے میڈیا کے زور پر ذہنوں پر مسلط کردیا گیا ہے چنانچہ ہر پارک، ہر گلی اور بازار کرکٹ کا میدان بن کر رہ گیا ہے اور ہر دفتر اور اسکول کمنٹری کی آواز سے گونج رہا ہے، پھر اس فضول کام میں انہماک کا یہ عالم ہے کہ ملازمین اپنے فرائض سے، والدین اپنی ذمہ داریوں سے، اولاد والدین کے حقوق سے اور بندے اللہ کی عبادت سے بالکل بے خبر ہوجاتے ہیں۔ بعض معاصر کالم نگاروں نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ جب علماء کرام کو پتنگ بازی، کرکٹ اور ویڈیو گیمز وغیرہ میں اتنی ساری خرابیاں نظر آتی ہیں تو آخر وہ ایسے کھیلوں کا تعین کیوں نہیں کردیتے جو ان کی نظر میں شرعاً جائز اور ان خرابیوں سے پاک ہیں۔ یہ سوال بہت پرانا ہے جب یہ سوال اُٹھایا گیا تھا اہل علم نے اسی وقت اس کا جواب بھی دے دیا تھا جس کا خلاصہ آج کی آسان زبان میں یہ ہے: (۱) ہر وہ کھیل جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دُنیا کا وہ ناجائز ہے۔ (۲) جس کھیل میں دین یا دُنیا کا کوئی قابل اعتبار فائدہ ہو وہ جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس میں مشغولیت کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی پامالی نہ ہو۔ (۳) جس کھیل سے دین ودُنیا کا کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہو لیکن اس میں کوئی خلافِ شریعت چیز شامل ہوجائے تو وہ ناجائز ہے، جیسے تیر اندازی یا گھڑ دوڑ وغیرہ میں جب قمار اور جوئے کی کوئی صورت پیدا ہوجائے تو یہ ناجائز ہوگا، اس وضاحت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، والی بال، لان ٹینس، بیڈ منٹن اور ٹیبل ٹینس وغیرہ فی نفسہٖ جائز ہیں لیکن جب ان کھیلوں کو زندگی کا مقصد بنالیا جائے، ان کی خاطر خانگی ذمہ داریاں ہی نہیں اللہ کی عبادت بھی فراموش کردی جائے، بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط، ڈانس اور ناچ بھنگڑا کو ان کھیلوں کا حصہ بنالیا جائے تو پھر بہر صورت ان سے منع کیا جائے گا خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض کیونکہ اللہ والے کہہ گئے ہیں ع ''سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیئے''

وہ علماء کرام جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کے علم کے ساتھ ساتھ امت کی پستی، زوال اور مظلومیت کا درد بھی عطا کیا ہے ان پر لازم ہے کہ وہ طعن وتشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے اپنے حلقۂ اثر میں مذکورہ کھیلوں میں در آنے والی قباحتوں کو بیان کریں۔ اگر انہوں نے منکرات اور گناہوں پر مشتمل کھیلوں سے قوم کو منع کرنے کی ذمہ داری میں تغافل برتا تو پھر ان کے خاندان میں بھی علماء نہیں، کرکٹر اور فنکار ہی پیدا ہوں گے اور یہ وبائی کھیل اسکول، کالج تک محدود نہیں رہیں گے، دینی مدارس بھی ان کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ خدا کرے کہ ایسا کبھی نہ ہو۔

ضروری گذارش!

جن قارئین کرام نے مبلغ کی ادائیگی کئی مہینوں سے نہیں کی، انہیں گزارش کی جاتی ہے کہ وہ براہِ کرم جلد از جلد ادائیگی کریں، اور ایجنٹ حضرات سے بھی گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد ہفتہ وار مبلغ کے دفتر واقع کھانڈی پورہ کاترسو کولگام بذریعہ منی آرڈ یا از خود تشریف لاکر اپنی بقیہ ادائیگی ادا کریں۔

مدیر

تاریخی کالم

آلِ عبد مناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز

علی بن ابی طالبؓ: (گذشتہ سے پیوستہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو بیعت عام کے ذریعے خلیفہ منتخب کیا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے نام پر جنگ جمل اور جنگ صفین کے افسوس ناک واقعات پیش آئے، جن میں اسی ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ خوارج سے ہونے والی جنگ نہروان ان کے علاوہ تھی۔ آخر کار ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے صبح کی نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہوئے راستے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کرکے اُنہیں شہید کردیا۔ یہ واقعہ رمضان چالیس ہجری میں پیش آیا۔ (عشرہ مبشرہ)

زینب بنت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم: زینبؓ، حضرت خدیجہؓ سے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی بعثت سے پہلے ہی اپنے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ ہوگئی تھی۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہجرت فرمائی، تب وہ طائف میں تھیں اور انہوں نے اس وقت مدینہ منورہ ہجرت نہیں فرمائی۔ ان کے شوہر، جو اَبھی تک مشرک تھے، غزوۂ بدر میں گرفتار ہوگئے، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھی، بطور فدیہ اِرسال کیا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس شرط پر اُنہیں رہا کردیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینے بھیج دیں۔

سریۂ عیص یعنی 6ھ میں ان کے شوہر دوسری بار گرفتار ہوئے اور ان کی سفارش پر پھر رہا کردیئے گئے۔ ابوالعاص نے 7ھ میں اسلام قبول کرلیا اور ان کی شادی دوبارہ زینب رضی اللہ عنہا سے کردی گئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال 8ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ (ابن سعد، الطبری، سیر اعلام النبلاء)

رقیہؓ بنت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم: رقیہؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کی تھی۔ ابولہب کے خاندان کی اسلام دُشمنی کی وجہ سے رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہوگئی۔ پھر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی شادی حضرت عثمان بن عفانؓ سے کردی، ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا

آؤ لوگو مصطفیٰؐ کے پیار کی باتیں کریں
موہ لیتی تھی جو دل حب داروں کے اغیاروں کے
میٹھی میٹھی پیاری اُس گفتار کی باتیں کریں
رکھ کے سر جھولی میں جس کی چین سے سوئے حضورؐ
یارؓ باکردار اور اُس غار کی باتیں کریں
حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تلک
سب کے رہبر، پیشوا سردارؐ کی باتیں کریں
جان کے دُشمن بھی دیکھیں تو کہیں صادق اَمین
آمنہ کے لالؐ کے کردار کی باتیں کریں
بیٹھے ہوں گے ابوبکرؓ، فاروق عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
اور ہوں گے آقاؐ اُس دربار کی باتیں کریں
چاند سورج یہ ستارے جن کے آگے ہیچ ہیں
مصطفیٰؐ کے آج اُن اَنوار کی باتیں کریں
کھسکھساہٹ جن کے قدموں کی سنیں آقاؐ وہاں
آقاؐ کے اُس پیارے حبشیؓ کی باتیں کریں
روزِ محشر عاصیوں کے ہوں گے اَرشد جو شفیع
اُن شفیع المذنبینؐ غمخوار کی باتیں کریں

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

05؍جولائی 2013ء جمعۃ المبارک

آنکھیں نہیں دِل اندھے ہوتے ہیں

اَعمیٰ وہ شخص ہے جو آنکھوں سے اندھا ہو۔لیکن بہت ممکن ہے بلکہ واقعہ ہے بہت نابینا، عقلمند، خاص قوّتِ حافظہ کا امین، دُوراندیش اور اپنے خالق کے ماننے اور پہچاننے والے ہوتےہیں۔ یہ لوگ آنے والی اَبدی زندگی میں کامیاب ہونے والے ہیں۔اور قیامت (Last Day of this world) میں بینا اُٹھائے جائیں گے۔ حساب وکتاب کے بعد جو لامحدود راحتوں اور نعمتوں سے آباد مرکزوں، جو ہر طرح کے ہم وغم سے مکمل طور پر محفوظ ہوں گے، میں عیش وآرام کی پُر وقار سلامتی کی زندگی گذاریں گے۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ جو لاکھوں والدین، دوستوں اور رفیقوں سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ہے۔ہم سب کو عزّت وآبرو اور عافیت کے ساتھ وہاں پہنچائے۔

اس کے برعکس کتنے لوگ ٹھیک آنکھیں رکھتے ہیں، اور بہت دُنیاوی فوائد حاصل کرتے رہتے ہیں اور بعض چالاک وہوشیار لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں لیکن اُن کے دل مُردہ اور نابینا ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اور حیوان میں فرق ہے۔انسان کے اندر حیوان کے مقابلے میں غیر معمولی شعور اور عقلمندی ہوتی ہے۔ انسان پر حقیقت کا تلاشنا فرض ہے۔ سب سے بڑی حقیقت اپنے مالک کو پہچان کر اس کا فرمان ماننا ہے، وہی پیدا کرنے والا، پالنے والا، تربیت دینے والے اور کائنات (Universe) کو عظیم حکمت وقدرت سے چلانے والا ہے۔وہی موت کے بعد پھر سے زندہ کرنے والا ہے، ماننے والے فرمانبردار بندوں کو انعام سے نوازے گا اور نہ ماننے والے نافرمانوں کو سخت سزا دینے والا ہے......!!

لیکن جو اس بے حد عظیم اور اہم حقیقت کو نہ مانے وہی دراصل کورا چشم اور نابینا، بدنصیب، ناکام اور نالائق ہے۔ یہ ہے دل کا اندھا اور یہ اندھا پن بدترین بدبختی، ذلت وخواری اور دردناک عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ یہ آنکھوں سے محروم نابینا سے بھی زیادہ خطرناک نابینا ہے۔ (اللہ تیری پناہ)

چشم بینا اور دلِ منوّر ہر واقعے سے عبرت اور سبق لیتا ہے، سنبھلتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یہ ہیں حقیقتاً دانائے روزگار لوگ۔ان پر نزولِ رحمت ہوتا ہے۔ یہی انسان ہیں اور باقی حیوان بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے۔ اُولٰئِکَ کالأنعام بل ھُمْ اَضَلُّ۔ (حمید اللہ۔غفرلہ)

جواھر القرآن

اللہ کی راہ میں موت دُنیا جہاں کے خزانوں سے بڑھ کر ہے

مشورے کے بعد جو فیصلہ کرلیا جائے اس پر توکّلاً علیٰ اللہ مضبوط رہنا چاہیے!

''اے ایمان والو! تم اُن لوگوں کی مانند نہ ہوجاؤ جنہوں نے کفر (اندر سے) اختیار کیا ہوا ہے، کہ ان کے بھائی بند جب کہیں سفر پہ یا جہاد میں جائیں (اور وہیں وقت پورا ہوجائے) تو ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ہمارے پاس رہے ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارتے جاتے۔ (یہ سوچ دراصل ان کے کفر کی سزا ہے) تاکہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت (کا کاٹنا) بنادے۔ اور اللہ ہی ہے جو جلاتا اور ماتا ہے، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے جو تم کیا کرتے ہو، اور جان لو کہ تم اللہ کی راہ میں قتل کردیئے جاؤ یا (اپنی) موت (اس راہ میں) تمہیں آجائے تو اللہ کی جناب سے (ملنے والی) مغفرت اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ (خیریت سے رہ کر) جمع کرتے ہیں، اور تم مرو یا قتل کردیئے جاؤ سب اکٹھے اللہ ہی کے پاس کئے جاؤ گے۔ اور یہ (تم پر) اللہ کی رحمت خاص کے سبب (اے پیغمبر) ہے کہ ان (ساتھیوں) کے حق میں نرم واقع ہوئے ہو، کہیں تم تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب تمہارے پاس سے منتشر ہوجاتے۔ پس ان سے درگذر کرو، ان کیلئے معافی چاہو اور معاملات میں ان سے مشورہ کرتے رہو، ہاں پھر جب ایک فیصلہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ محبوب رکھتا ہے بھروسہ کرنے والوں کو۔ اللہ اگر تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور وہ اگر تمہیں چھوڑ دے گا تو وہ کون ہے جو تمہاری مدد اس کے (چھوڑ دینے کے) بعد کرسکے؟ اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ اہل ایمان رکھیں۔ اور کسی نبی سے ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن آئے گا مع اپنی خیانت کردہ شئ کے۔ پھر (وہاں) ہر شخص کو بدلہ ملے گا اپنے کئے دھرے کا اور ظلم ان پر بالکل نہ ہوگا۔ کیا وہ شخص جو رضائے الٰہی کا تابع ہے اُس جیسا ہوسکتا ہے جس نے غضب اللہ کا کمایا اور ٹھکانا اس کا جہنم ہوا، اور بُرا وہ ٹھکانا ہے۔ لوگوں کے الگ الگ درجے اللہ کے یہاں ہیں، اور اللہ اچھی طرح دیکھتا ہے ان کے اعمال کو۔ بے شک اللہ نے احسان اہل ایمان پہ فرمایا جب اُنہیں میں سے ایک رسول اس نے اُن میں بھیجا جو اس کی آیتیں اُنھیں پڑھ کر سناتا اور پاک ان کو کرتا ہے اور تعلیم کتاب وحکمت کی اُنھیں دیتا ہے۔ اور یہ بیشک کھلی گمراہی میں پہلے تھے۔ (جاری)

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

میت کی آنکھیں بند کرتے وقت کی دُعاء

''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ وَّارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ'' (مسلم حدیث:۹۲۰)

اے اللہ! معاف فرما فلاں شخص کو اور بلند فرما اس کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں اور جانشیں بنا اسکا اس کے بعد اس کے پیچھے رہ جانے والوں میں، اور معاف فرما ہمیں اور اسے اے ربّ العالمین! اور کشادگی فرما اس کیلئے اس کی قبر میں اور روشنی کردے اس کیلئے اس میں۔

میت کیلئے نمازِ جنازہ کے دوران کی دُعائیں

۱۔ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَانَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلاً خَیْراً مِنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجاً خَیْراً مِنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ'' (مسلم حدیث:۹۶۳)

اے اللہ! بخش دے اسے اور رحم فرما اس پر، اور عافیت دے اسے اور درگزر فرما اس سے، اور اچھی کر مہمان نوازی اس کی اور فراخ کردے اس کی قبر کو، اور دھودے اسے (یعنی اسکے گناہوں کو) پانی، برف اور اولوں کے ساتھ اور صاف کردے اسے گناہوں سے جیسے تو نے معاف کردیا ہے، سفید کپڑے کو میل کچیل سے اور بدلے میں دے اسے گھر زیادہ اچھا اس کے گھر سے، اور گھر والے زیادہ اچھے اس کے گھر والوں سے اور بیوی زیادہ اچھی اسکی بیوی سے، اور داخل فرما اسے جنت میں اور بچا اسے قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے۔ (جاری)

www.khanqah.in

www.khanqah.in

بقیہ: پردہ

اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے کی کچھ حد تک ذمہ دار تھی۔

میرے اِس جواب سے وہ تلملا اٹھی اور غصے سے بھڑ گئی۔

اس کا جواب تھا:

"Your earliar statements are ruined by your last comment, telling women to take some responsibilities, only because your comment implies that women are in some measure responsible for being raped. There is never an excuse for harming another person, whether rape or assault and brutality. Violence cannot be blamed on the victim. And rape is not so much a sex crime, as a crime of power and control and brutality".

آپ کے آخری جملے نے آپ کے پہلے والے بیانات کو تباہ کردیا۔ آپ کا یہ کہنا کہ آبروریزی کے لئے (بعض حالات میں) عورت کی بھی کچھ حد تک غلطی ہوتی ہے، سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آبروریزی کے لئے عورت بھی ذمہ دار ہوتی ہے۔ دوسرے آدمی کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی جواز پیش نہیں کیا جاسکتا، وہ چاہے عصمت دری ہو، حملہ ہو یا اور کوئی درندگی کا مظاہرہ۔ تشدد کے لئے تشدد کے شکار شخص پر الزام دھرا نہیں جاسکتا۔ آبروریزی ایک جنسی جرم سے زیادہ طاقت، کنٹرول اور درندگی سے متعلق جرم ہے۔

میں نے جواب میں کہا: آپ نے میرے آخری جملے کو صحیح تناظر میں نہیں لیا۔ میرا مطلب ہے کہ جب عورت اپنی ٹانگوں کو عریاں رکھے، جذبات برانگیختہ کرنے والا لباس پہنے، ظاہر ہے یہ چیزیں عورت کو غیر محفوظ بناتی ہیں، میرا اشارہ دراصل اِسی بات کی طرف تھا۔

اُس خاتون نے اپنا ردِّ عمل یوں ظاہر کیا:

"Just because I show my legs, doesn't mean I'll spread them".

میرا ٹانگوں کے دکھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں انہیں پھیلانا بھی چاہتی ہوں۔

میرا جواب تھا: ظاہر کی دنیا نکمی اور سطحی ہے۔ اکثر عورتوں کی خواہش اگرچہ اپنے آپ کو جاذب نظر اور پرکشش بنانے کی ہوتی ہے مگر نامحرم لوگوں کو اِس طرح اپنے آپ کی طرف متوجہ کرانا خود عورت کے لئے خطرات پیدا کردیتا ہے اور اسے غیر محفوظ بنا دیتا ہے۔

خاتون: مگر پرکشش لباس پہننا جرم تو نہیں ہے؟ ہاں، اِس (Male Dominated) دنیا میں جو مردوں سے مغلوب ہو، ایسی پوشاکیں دَنگے فساد کا باعث ہوسکتی ہیں!

میں: میرے نزدیک کامل خاتون تو وہ ہے جو اپنی سیرت اور اندرونی خوبیوں سے اپنے آپ کو قابل تعظیم بنائے۔ لوگ اُس کا ننگا بدن اور دل فریب میک اَپ دیکھ کر اُسے 'نوچنے' میں بے قابو نہ ہوجائیں بلکہ لوگ اُس کی ذہانت، اُس کی شرافت، اُس کا کردار اور اُس کی پاکیزگی واخلاق اور اُس کا علمی استعداد دیکھ کر اُس کے گرویدہ ہوجائیں۔ دنیا کی کوئی تہذیب ایسی نہیں ہے جہاں درندے موجود نہیں۔ اگر ہر طرف فرشتے ہی فرشتے ہوتے پھر ہم عورتوں سے احتیاط برتنے کے لئے نہیں کہتے۔ افسوس یہ ہے کہ میڈیا اُن ہاتھوں میں جارہا ہے جو بے حیائی اور فحاشی کو زبردست بڑھاوا دے رہے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب کثرت سے ایسے واقعات سامنے آرہے ہیں کہ بچی اپنے ہی باپ کے پاس غیر محفوظ ہے۔ یہ سب میڈیا کی دین ہے۔ اِس لئے جب میں پردے کی بات کرتا ہوں اُس میں یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ اپنے گھروں میں ایسے آلات اور رسائل کو بھی رسائی نہ دو جن سے ہلاکتیں پھیل جائیں۔ معزز خاتون! مجھے اِس بات کے لئے معاف کریں کہ آپ کی دلائل سے میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ نے حقائق اور واقعات کا صحیح جائزہ لینے کے بجائے خود ہی اپنے لئے ایسے اعتقادات تشکیل دئے ہیں جو آپ کو خوش فہمی میں مبتلا تو رکھے ہوئے ہیں مگر وہ حقائق وواقعات سے میل نہیں کھاتے۔ اِس بات سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا اگر کوئی اِس بات پر اڑا رہے کہ مجھے اپنی ہی پسند کے نتیجے پر پہنچنا ہے اور اس کے لئے وہ کچھ خاص واقعات کو دلائل کے طور پیش کرے۔ گویا وہ تو ایسی بات ہوئی:

"I wish this was true, so, in my head, I'll make it true".

خاتون: مجھے آپ کی بہت سی باتوں سے اتفاق ہے اور بہت سی باتوں سے نہیں۔

میں: مجھے نظریہ ارتقا میں یقین رکھنے والے ماہرین حیوانیات کی تھیوری کی "Thornhill اور Palmer" بہت سی باتوں سے اتفاق نہیں جنہوں نے کہا ہے کہ مرد پیدائشی Rapist ہوتا ہے تاہم اُن کی یہ بات غور کرنے کے لائق ہے کہ بعض حالات میں عورت عصمت دری کا شکار ہونے میں خود بھی ذمہ دار گردانی جاسکتی ہے کیونکہ وہ اپنی صورت میں دلفریبی اور کشش لاکر اور پھر اسے ظاہر کرا کے خود اپنے آپ کو نشانہ بنوانے میں حصہ دار ہوتی ہے"۔ مغرب کی اِس خاتون نے میری بات سے اتفاق کرلیا۔

علم نحو سیکھئے - 22

مولانا محمد طاہر قاسمی۔ اُستاذ سواء السبیل

سوال: اسم مقصور کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے موسیٰ، عَصاً

سوال: اسم مقصور کا اعراب تقدیری کیوں ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم مقصور پر الف ساکن ہمیشہ ہونے کی وجہ سے قبول حرکت کی صلاحیت نہیں ہے۔

سوال: (۱۴) غیر جمع مذکر سالم جب کہ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف اس کا اعراب بتایئے؟

جواب: اس کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں تقدیر ضمہ، حالت نصب میں تقدیر فتحہ اور حالت جر میں تقدیر کسرہ کے ساتھ۔ حالت رفعی کی مثال: ھٰذا غُلامِیْ۔ حالتِ نصبی کی مثال: رَأَیْتُ غُلامِیْ اور حالت جری کی مثال: مَرَرْتُ بِغُلامِیْ۔ (ہدایت النحو نحو میر)

سوال: غیر جمع مذکر سالم جب کہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب تقدیری کیوں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ یاء سے ماقبل اس کی موافقت کی وجہ سے عامل کے داخل ہونے سے پہلے ہی مکسور ہے پس اگر دخولِ عامل کے بعد اعراب دیا جائے تو ایک ہی حرف بیک وقت دو حرکتیں لازم آئیں گی یہ دُرست نہیں ہے۔ (تحریر سنبٹ صفحہ ۳۴)

سوال: (۱۵) اسم منقوص کا اعراب بتایئے؟

جواب: اسم منقوص کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں تقدیر ضمہ حالت نصب میں فتحہ لفظی اور حالت جر میں تقدیر کسرہ کے ساتھ، حالت رفع کی مثال: جَاءَ رَاضِیْ، حالت نصب کی مثال: رَأَیْتُ رَاضِیَ اور حالت جر کی مثال: مَرَرْتُ بِرَاضِیْ۔ (نحو میر)

سوال: اسم منقوص کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو، جیسے قَاضِیْ، رَاضِیْ وغیرہ۔

SAMEER & CO

Deals with:

PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC

ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے

H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD

Contact No's: 9419040053

دارالعلوم صدّیقیہ مٹی بگ

کے سالانہ جلسہ کی تاریخ مقرر

دارالعلوم صدّیقیہ مٹی بگ یاری پورہ کولگام کا سالانہ مؤرخہ 25/اگست 2013 بروزِ اتوار منعقد کیا جائے گا۔

منجانب: مہتمم وارا کین دارالعلوم صدّیقیہ مٹی بگ یاری پورہ کولگام

فون نمبرات: 9419412644, 7298746451, 9858425196

ترقی اور اَمن حکومت کی ترجیحات میں شامل: راتھر

بڈگام// وزیر برائے خزانہ ولداخ امور عبدالرحیم راتھر نے کہا ہے کہ ترقی اور امن موجودہ حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے جس کی بدولت ریاست کے عوام میں اُمید کی ایک نئی کرن پیدا ہوگئی ہے، کیونکہ یہاں کے لوگوں نے گذشتہ زائد از دو دہائیوں کے دوران کافی مصائب جھیلے ہیں۔ راتھر نے کہا کہ حکومت ریاست کے عوام کو اُن کے گھروں کی دہلیزوں پر تمام تر بنیادی سہولیات فراہم کرنے کے اپنے وعدے پر قائم ہے۔ وزیر خزانہ تحصیل چاڈورہ کے علاقہ پتھیار سر سیار میں ایک بھاری عوامی اجتماع سے خطاب کررہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست کے عوام کے استھ کئے گئے وعدوں کو پورا کرنے کیلئے تمام دستیاب وسائل کو جٹایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے رواں مالی سال کیلئے 1579 کروڑ روپے سماجی خدمات کیلئے مختص رکھے ہیں ان میں سے 652 کروڑ روپے عام خدمات پر صرف کئے جارہے ہیں۔ راتھر نے کہا کہ اس دور اُفتادہ اور پسماندہ علاقے کا اُن کے دورے پر آنے کا مقصد لوگوں کی مشکلات کا جائزہ لینا اور اُنہیں جلد حل کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نظر انداز کئے گئے لوگوں کو ترجیح دینا ہمارا اولین کام ہے۔ وزیر خزانہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ حکومت کی جانب سے شروع کئے گئے ترقیاتی پروگراموں سے فائدہ اُٹھانے کیلئے آگے آئیں، اس موقعہ پر مقامی لوگوں کی جانب سے پیش کی گئی مانگوں پر راتھر نے کوٹہ بل سے پتھیار تک اور ہانگو دمبال سڑک کو بہتر بنانے اور اس پر تارکول بچھانے کا اعلان کیا۔ انہوں نے محکمہ دیہی ترقی کے افسروں سے کہا کہ وہ اس گاؤں میں نالیوں اور گلیوں کی تعمیر کا تخمینہ تیار کریں۔ اس کے علاوہ انہوں نے پی ایچ ای کے انجینئروں سے کہا کہ وہ اس گاؤں میں واٹر ریزروائیر کی تعمیر کا بھی تخمینہ تیار کریں۔

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں مؤذن صاحب موجود نہیں تھے،ایک دوسرے صاحب نے اقامت کہی اور انہوں نے ''حی علی الصلوٰۃ'' کہنے کے بجائے پہلے ''حی علی الفلاح'' دوبار کہہ دیا بعد میں ''حی علی الصلوٰۃ'' کہا،اسی طرح اقامت مکمل کرلی اور نماز بھی ہوگئی، کیا نماز درست ہوگئی یا ان کو اقامت دہرانا چاہئے تھا؟

جواب: وباللہ التوفیق۔ اذان واقامت کے کلمات جس ترتیب سے کہے جاتے ہیں، وہی ترتیب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے، اس لئے اسی کے مطابق کہنا چاہیے، اگر ترتیب غلط ہوگئی، اور قامت کے درمیان یا اقامت ختم ہونے کے فوراً بعد یاد آ گیا،تو اقامت کے کلمات کو جہاں سے ترتیب غلط ہوئی تھی، دہرالینا چاہیے،لیکن اگر اس وقت خیال نہیں آیا اور کسی نے توجہ بھی نہیں دلائی، یہاں تک کہ نماز پڑھ لی گئی،تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں: ''وإذا قدم المؤذن في أذانه أو إقامته بعض الكلمات على البعض ...... فالأصل في هذا أن ما سبق أوانه لا يعتد به، حتى يعيده في أوانه وموضعه ......وإن مضى على ذلك جازت صلاتهم'' (المحیط البرھانی:۲/۹۹)

سوال: موبائل کی جو کثرت ہوگئی ہے،وہ محتاج بیان نہیں ہے،مسجدوں میں بورڈ لگادیئے گئے ہیں کہ موبائل بند کرلیں،لیکن بہت سی دفعہ غفلت میں موبائل بند کرنا بھول جاتے ہیں اور جب موبائل بجنے لگتا ہے تو نہ صرف اس شخص کی، بلکہ تمام لوگوں کی نماز خراب ہوتی ہے،بعض دفعہ تو مسجد میں اس پر لڑائی جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے،ایسی صورت میں کیا نماز کے درمیان موبائل کو بند کرنے کی گنجائش نہیں ہے؟

جواب: وباللہ التوفیق۔ صحیح طریقہ تو یہی ہے کہ لوگوں کو مسجد میں موبائل لے کر آنے سے منع کیا جائے، یہ بات بھی مناسب ہوگی کہ نماز سے پہلے امام صاحب جیسے صفوں کی درستگی کیلئے اعلان کرتے ہیں،اسی کے ساتھ موبائل بند کرنے کے سلسلہ میں بھی لوگوں کو متنبہ کردیں،تاہم اگر غفلت ہوجائے اور نماز میں موبائل بجنے لگے تو ایک ہاتھ سے مدد لے کر موبائل بند کردیا جائے،اس کی گنجائش ہے،فقہاء نے عمل کثیر اور عمل قلیل کے درمیان جو حد فاصل مقرر کی ہے،اس میں ایک یہ بھی ہے کہ جس کام کو دو ہاتھوں سے ہی کیا جاسکتا ہو،وہ عمل کثیر ہوگا اور اس سے نماز فاسد ہوجائے گی،اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاسکتا ہو یا کیا جائے، وہ عمل قلیل شمار ہوگا اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی: ''كل عمل لايمكن اقامته الا باليدين فهو كثير، فسدت صلاته، وكل عمل يمكن اقامته بيد واحد فهو يسير مالم يتكرر، لاتفسد صلاته'' (المحيط البرهاني: ٢/ ١٦٣)

سوال: میں یونیورسٹی کا طالبہ ہوں،ہم لوگوں کو لائبریری سے استفادہ کرنے کی جازت ہے، لائبریری میں مطالعہ کرنے کے علاوہ ہمیں محدود تعداد میں کتابیں نکلوانے کی بھی اجازت ہوتی ہے،ان کتابوں پر ہم بعض دفعہ یادداشت کے طور پر لکھ دیتے ہیں، یا لکیریں کھینچتے ہیں،بعض لڑکے یادگار کے طور پر اپنا دستخط بھی کردیتے ہیں،یونیورسٹی کی کتاب میں ہمارے اس طرح لکھنے میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ اگر ہم کوئی بُری بات نہیں لکھیں یا ایسی باتیں لکھیں،جس سے بعد میں مطالعہ کرنے والے طلبہ اور طالبات کو فائدہ بھی پہنچے، کیا لکھ سکتے ہیں؟

جواب: وباللہ التوفیق۔ یونیورسٹی یا اس کی لائبریری قیمت لئے بغیر جو کتابیں آپ کو دیتی ہیں،وہ آپ کی ملکیت نہیں ہے بلکہ عاریت ہے،اگر لائبریری ممبری فیس لیتی ہو،تب بھی اس کو عاریت ہی سمجھا جائے گا، کیونکہ ممبری فیس کتاب کی قیمت نہیں ہوتی ہے، یہ تو لائبریری کے عملہ کا انتظام اور روشنی وصفائی وغیرہ کی اُجرت کے طور پر ہوتی ہے،اور عاریت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اس میں وہی تصرف جائز ہے جس کی عاریت پر دینے والے کی طرف سے اجازت ہو، اگر اس کی طرف سے اجازت نہیں ہو تو جائز نہیں، چاہے وہ مفید ہی کیوں نہ ہو،چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر آپ کسی سے کتاب لیں اور اس میں کتابت کی غلطی پائیں تب بھی آپ کیلڈ ئے اسی وقت اس کی اصلاح جائز ہے، جب کہ اس سے مالک کتاب کو ناراضگی نہیں ہو، ورنہ اپنے طور پر اس کی اصلاح کرنا دُرست نہیں،اس سے صرف قرآن مجید کا استثناء ہے، اگر مصحف قرآنی میں کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو،تو اس کو درست کردینا اور ناشر کو اس پر متنبہ کردینا شرعاً واجب ہے،اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا،تو گنہگار ہوا۔''استعار كتاباً فوجده به خطأ أصلحه ان علم رضا صاحبه(رد) فان علم عدم رضاه ينبغي ان لا يصلحه، لانّه تصرف في ملك الغير بغير اذنه (رد) ولا يأثم بتركه الا في القرآن، لان اصلاحه واجب بخط مناسب'' (دُرمختار وردالمختار:۱۲/۵۵۴)

غرض کہ لائبریری کی کتاب پر لکھنا جائز نہیں کیونکہ عام طور پر لائبریری کی طرف سے اس کی ممانعت ہوتی ہے۔فقط واللہ اعلم

سوال: کوئی آدمی ایک بڑے عہدے پر قائم ہے،دو سال کے بعد رٹائیرڈ ہونے والا ہے،لیکن اکثر کہتا رہتا ہے کہ پیسوں کی سخت ضرورت ہے میں اسلئے رُشوت لیتا ہوں، کیونکہ مجھے جو اوپر والا صاحب ہے اس کو بھی رشوت دینی پڑتی ہے،کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: وباللہ التوفیق۔ رشوت لینا حرام،سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا باعث ہے۔(سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر۲۳۱۳) رُشوت لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔رُشوت دینے کیلئے رشوت لینا بھی جائز نہیں، یہ دوہرا گناہ ہے ایک تو رشوت لینے کا اور دوسرے رشوت دینے کا۔ نیچے کے ملازمین کو چاہیے کہ ایسے معاملات میں جرأت سے کام لیں اور دیانت پر قائم رہیں،اس طرح اوپر کے عہدیداروں کی حوصلہ شکنی ہوگی اور وہ بھی ایسی بُری عادت سے آئندہ بچ سکیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

دوا اور سینٹ میں الکحل کا حکم

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔مدظلہ العالی

سوال: سینٹ اور پرفیوم میں استعمال کی کون سی قسم اچھی ہے۔جو انسان لگا سکے۔جب کہ سننے میں آیا ہے کہ سینٹ اور دوا میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے۔اور الکحل اسلام میں جائز نہیں۔تو کیا ایسا سینٹ اور دوا کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وباللہ التوفیق۔ الکحل اگر انگور سے بنا ہو تب اس کے شراب (خمر) ہونے پر اتفاق ہے، کیونکہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ انگور سے تیار ہونے والی منشیات خمر ہیں، یہ حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی۔انگور کے علاوہ دوسرے نباتات سے جو نشہ آور محلول تیار کیا جائے،اس کے بارے میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نشہ آنے کے بقدر پیا جائے تو حرام اور گناہ ہے لیکن کیا وہ اس خمر کا مصداق ہے،جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے،امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ خمر نہیں ،اسلئے نشہ کے بقدر اس کا پینا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی حرام ہے،لیکن وہ خمر کی طرح،ناپاک نہیں گویا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جو الکحل انگور کے علاوہ کسی اور شئ سے حاصل کیا گیا ہو،وہ ناپاک نہیں ہے،جمہور فقہاء کے نزدیک تمام نشہ آور کا حکم یکساں ہے،اور سب خمر میں داخل ہیں،ان سب کا پینا حرام ہے اور وہ سب ناپاک ہیں،محقق علماء نے اس مسئلہ میں جمہور کی رائے کو ترجیح دی ہے اور تمام ہی ایسے مشروبات کو خمر کے حکم میں رکھا ہے جو نشہ لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بلا تفریق ہر نشہ آور شئ کو حرام قرار دیا اور فرمایا: ''کُلُّ مُسکرٍ حرام'' (صحیح مسلم حدیث نمبر:۳۷۳۴، کتاب الاشربۃ) پھر یہ بھی فرمایا کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو،اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے،''ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام'' (الجامع الترمذی: حدیث نمبر۱۷۸۸، کتاب الاشربۃ) اسلئے واقعہ ہے کہ جمہور کی رائے قوی ہے اور حنفیہ میں بھی بعد کے علماء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، جہاں تک الکحل کے نشہ آور ہونے کی بات ہے تو غالباً اب تک تحقیق یہی ہے کہ یہ نشہ آور ہوتا ہے، بلکہ یہ جوہر شراب ہے،دواؤں میں اس کا استعمال اسلئے کیا جاتا ہے کہ وہ دواؤں کی افادیت کو زیادہ دیر تک برقرار رکھ سکتا ہے اور وہ ایسا محلول ہے کہ دوسرے اجزاء کو بھی اچھی طرح حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ انگور سے تیار کیا ہوا الکحل بالاتفاق حرام اور ناپاک ہے، اور وہ نجاستِ غلیظہ ہے، دوا کے لئے تو از راہِ ضرورت استعمال جائز ہے،لیکن سینٹ وغیرہ کے طور پر اس کا استعمال دُرست نہیں،اگر جسم یا کپڑے پر ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار یا اس سے زیادہ لگ جائے تو اُسے دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز دُرست نہ ہوگی،اور جو الکحل انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل کیا گیا ہو، از راہِ نشہ اس کا استعمال کرنا حرام ہے، دوا کے طور پر ظاہر ہے کہ اس کا استعمال بدرجہ اولیٰ جائز ہے،سینٹ میں اس کا استعمال جائز نہیں،لیکن چونکہ اس کے ناپاک ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے،اسلئے وہ نجاست خفیفہ کے حکم میں ہے، اگر جسم یا کپڑے میں لگ جائے تو جس عضو میں لگا ہو،اگر اس عضو کی چوتھائی مقدار یا اس سے زیادہ ہو تو دھونا واجب ہوگا،اور اس کے بغیر نماز دُرست نہ ہوگی،لیکن کراہت سے یہ بھی خالی نہیں۔ غرض دوا کے طور پر الکحل ملی ہوئی ادویہ کا استعمال جائز ہے اور سینٹ کے طور پر اس کا استعمال درست نہیں، جب ''سینٹ فری'' عطریات بھی دستیاب ہیں تو ایسی چیز کیوں استعمال کی جائے جس کا پاک اور حلال ہونا مشکوک ہو؟ اسلام ایک لطیف مذہب ہے، لطافت وپاکیزگی کو پسند کرتا ہے گندگی اور میل کچیل کو ناپسند، اور جو چیز ناپاک ہو وہ لطیف نہیں ہوسکی، اسلئے ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے جو الکحل سے خالی ہو، کہ اس میں ایک سنتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ادائیگی بھی ہے اور اگر اس نیت سے عطر کا استعمال کیا جائے تو یقیناً اَجر ثواب بھی ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

صوت الاولیاء کانفرنس

انجمن صدائے حق جموں وکشمیر کی طرف سے حلقہ برازلو کولگام میں 07/جولائی 2013 بروزِ اتوار ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہونے جارہا ہے۔جس میں مہمانِ خصوصی حضرت مولانا حمید اللہ لون صاحب۔مہتمم دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر ہوں گے۔ان کے علاوہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب قاسمی مخدومی بھی انشاءاللہ تشریف فرما ہوں گے۔عوام الناس کو شرکت کی پُرخلوص دعوت دی جاتی ہے۔

نوٹ: طعام کا انتظام بستی والوں کی طرف سے ہوگا۔انشاءاللہ

منجانب: انجمن صدائے حق جموں وکشمیر۔حلقہ برازلو کولگام کشمیر۔9596051204

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ کی ہر بات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

www.khanqah.in

عورتوں کا کالم

تربیت کا گہوارہ۔ ماں کی گود۔ 1

دوسری چیز جو مجھے خاص طور پر یاد آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مجھے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں اور جلیل القدر ہستیوں کے نام اور کام سے واقف کراتی رہتی، ان کے نام بڑی عظمت سے لیتیں اور ان کے حالات سناتیں، یہ خاندان کی وہ شخصیت ہوتیں، جن کو دُنیاوی جاہ وجلال اور کوئی خاص دولت وثروت حاصل نہ تھی، مگر دینی اور علمی حیثیت سے ان کا کام اور نام بہت روشن تھا وہ اس پر بہت زور دیتیں کہ اصل عزت اور باقی رہنے والی دولت ہی علم دین کی دولت ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا دماغ اس وقت سے علم دین کی عظمت سے متاثر ہے اور وہ اتنی جلد دنیاوی جاہ وجلال اور مال کا اثر قبول نہیں کرتا، جتنا اس زمانہ میں ہونا قدرتی بات ہے، میرے دِل پر ابھی تک ان بزرگوں کے نام نقش ہیں اور ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے، جن کا والدہ صاحبہ کثرت سے نام لیتیں۔

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دُعائے مناجات کا وہ ذوق عطا فرمایا کہ جو اس زمانہ کے خاص بزرگوں ہی میں دیکھنے میں آتا ہے، وہ اپنی اولاد کو بھی دُعا کی تعلیم دیتیں اور دُعا کا شوق دلاتیں، اسی میں سے ایک دُعا ابھی تک یاد ہے جو اس زمانہ میں وِردِ زبان تھی، وہ دُعا یہ ہے کہ: ''اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْن'' اے اللہ اپنے نیک بندوں کو جو افضل سے افضل چیز عطا فرماتا ہے وہ مجھے عطا فرما۔

یہ ہیں چند ابتدائی نقوش جو حافظہ پر زور ڈالے بغیر اُبھر آئے ہیں، میرے خیال سے بچوں کی تعلیم وتربیت میں ان سے بہت فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دو باتوں میں بڑی سخت تھیں، ایک تو نماز کے بارے میں مطلق سُستی نہیں برتتی تھی، میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر کبھی سوگیا، خواہ کیسی ہی گہری نیند کیوں نہ ہو، اُٹھا کر نماز پڑھواتیں اور نماز پڑھے بغیر ہرگز نہ سونے دیتیں، اسی طرح فجر کی نماز کیلئے جگا دیتیں اور مسجد بھیجتیں اور پھر تلاوت قرآن پاک کیلئے بٹھا دیتیں۔

آج کل کی ماؤں کی طرح نہیں کہ رات کو بارہ بجے تک خود بھی ٹی وی اسکرین پر اور بیٹے، بیٹیاں بھی حیاسوز اور فحش مناظر یکجا ہوکر بڑی بے شرمی سے نظارہ کرتیں ہیں اور جنسی تلذذ حاصل کرتی ہیں اور پھر دیر رات تک بستر پر جاتی ہیں اور ایسی سوتی ہیں کہ گویا گھوڑے بیچ کر سوئی ہوں، صبح دھوپ لگنے کے بعد بیڈ ٹی لیتیں ہیں اسی نحوست کی وجہ سے فجر کی نماز غائب ہوجاتی ہے جب خود نہیں پڑھتی تو بچے کیا خاک پڑھیں گے؟

آج کل کی ماڈرن اور دُنیا دار والدین کہتے ہیں کہ مدرسہ میں ڈالدیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ کہ زکوٰۃ، خیرات کھلا کر پڑھایا، ارے اسکو تو زمانہ والے ننگے بھوکے کے القاب سے ملقب کریں گے، یہ ملا بن کر کیا کرے گا؟ سوائے مسجد اور مدرسہ کے لوٹے پھوڑنے کے، اس لئے کہ ملا کی دوڑ مسجد تک، یہ اپنے بیوی بچوں کو کیا کر کے کھلائے گا؟ بلکہ میں تو اَپ ٹو ڈیٹ، بیرسٹر، ڈاکٹر، وکیل اور انگریز بناؤ گی اور اپنے بچے کو سب سے مہنگے اسکول میں سینٹ میری عیسائی اور یہودی کالج میں پڑھاؤں گی، جس سے میرا بیٹا حیوانوں کی طرح کھڑے ہوکر پیشاب کرے اور جانوروں کی طرح کھاوے کھڑے ہوکر، نہ صحیح ڈھنگ سے اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کو سمجھے نہ اس کو نماز ہی کا علم ہو کہ کس بلا کو کہتے ہیں (نعوذ باللہ) اور نہ اسے معلوم کھانے سے پہلے کیا پڑھنا چاہیے اور بعد میں کیا پڑھنا چاہیے، نہ والدین کے حقوق کو جانیں، اسی قسم کے نمونے کو بے شمار خواتین ہیں اور مثالی محصنات ہیں جن میں ایمانی خصائل، اسلامی شمائل بقوت موجود ہیں، جن کا ذکر کردار انسانیت کے قافلے کیلئے بانگِ درا ہے، جنھوں نے امت مسلمہ کو ایسے ایسے نایاب گوہر، مصلح قوم دی کہ تاریخ کا روشن عنوان ہیں اور اس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ میں سمجھتا // بقیہ صفحہ 7 پر……

عشق اور عاشقی کیا ہوتی ہے؟

ڈاکٹر سید راشد علی

اس کو سمجھنے کیلئے چند بنیادی باتوں کا جاننا ضروری ہے اجنبیت اور آشنائی دو متضاد چیزیں ہیں، جب انسان پہلے کسی کا ذکر سنتا ہے تو اجنبیت دور ہوکر شناسائی پیدا ہوجاتی ہے، جوں جوں محاسن کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس ہستی سے ایک انس پیدا ہوجاتا ہے، یہی انس آگے چل کر یگانگت میں تبدیل ہوجاتا ہے اور یہ محبت کی ابتداء ہے، جب اس محبت میں اضافہ ہوتا ہے تو محبّ کو ہر لمحہ یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ تو من شدم من تو شدی، محبّ کے دل میں محبوب کا شوق غیر محسوس طریقہ سے جڑ پکڑ جاتا ہے یہ شوق دراصل محبوب کا عطیہ ہے، اس کی طرف سے ہوتا ہے کسی نہیں ہے کہ آدمی اپنی محنت سے حاصل کرینگے، چنانچہ ایک مقام آتا ہے کہ محبّ کی محبت متحقق ہوجاتی ہے اور وہ اب شائق ہونے پر مجبور ہے، یہی شوق اب اس محبت کے پودے کی آبیاری کرتا ہے محبوب جتنا مستور ہو حجاب میں ہو یہ آتش شوق اتنی بھڑکتی ہے حتی کہ محبت کی چنگاری عشق کے شعلے میں بدل جاتی ہے۔

عشق کا یہ مقام اہل اللہ کے لئے مخصوص ہے، عشق کی گرمی ان کو ہر لمحہ مضطر و بے چین رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عنائتوں سے ان میں وارفتگی اور سرشاری پیدا ہوجاتی ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ ہوش وحواس کی دنیا سے بیگانے ہوجاتے ہیں اپنے آپے میں نہیں رہتے، ان کا عشق بڑھ کر جنون بن جاتا ہے عشق کی دیوانگی ان عشاق کو سوختہ جان کردیتی ہے، اب نہ وہ دین کے قابل رہتے ہیں نہ دنیا کے۔ شریعت ان سے ساقط ہوجاتی ہے کیونکہ شریعت ہو یا دنیاوی قانون اس کا اطلاق دیوانے پر نہیں ہوتا ایسے اہل اللہ وخاصانِ خدا درس وتدریس کے مرحلے سے گذر جاتے ہیں راہِ سلوک کا یہ انتہائی مقام ہے جسے فنا فی اللہ بھی کہتے ہیں۔

اس مقام تک پہنچنے کے لئے سالک کو فنا فی الرسول کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے یہ مقامات ایک وقتی ضرورت ہوتے ہیں، مرشد مرید کو اپنی محبت میں مبتلا کر کے اپنے اندر ضم کرلیتا ہے اور جونہی مرشدِ کامل دیکھتا ہے کہ مرید اب فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچ گیا ہے تو وہ اس کو سرکارِ دوعالم ﷺ کی طرف روانہ کردیتا ہے تاکہ وہ اس کو اگلے درجے میں ترقی دے سکیں، اگر مرشد نے مرید کو فنا فی الشیخ کے درجے میں ہی رہنے دیا تو مرید گویا کافر یا زندیق اور مشرک ہوگیا۔

بہر حال فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کا مقام سراسر سرکارِ دوعالم ﷺ کے نظر کرم اور عطاو بخشش ہے، کہ وہ بندے کو یہ درجے عطا فرمادیں، سالک اس کمال کے راستے کی طرف چلتا ضرور ہے مگر ہر کوئی اس کو انتہا کو نہیں پہنچتا، غوث، قطب اور ابدال انتہا تک پہنچ کر سرکارِ دوعالم ﷺ کے مقام شاہد ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ علم الیقین سے گزر کر عین الیقین اور پھر حق الیقین کے مقام پر فائز ہوجاتے ہیں ایسے خاصانِ خدا سیر الی اللہ کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں سے پھر انکی کوئی خبر نہیں آتی۔ آں آنکہ خبر شد خبر از باز نہ آمد

ہاں جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی بھلائی کیلئے چن لیتا ہے وہ سیر فی اللہ کے اس مقام سے واپس کئے جاتے ہیں تاکہ وہ ہوش وحواس میں شریعتِ محمدی ﷺ کے مکلّف رہ کر بنی نوع آدم کی رہنمائی کرسکیں۔

کیا نبی بھی سالک ہوتا ہے؟ یہاں ایک اہم نکتہ یاد رکھنے کا یہ ہے کہ تمام منازل سلوک کیلئے ہیں اور نبی ورسول سراج السالکین ہوتا ہے نہ کہ سالک، نبی یا رسول کو نہ تو فنا فی الشیخ ہونے کی ضرورت ہے نہ کوئی نبی آج تک کسی دوسرے نبی یا رسول پر فنا ہوا ہے قرآن گواہ ہے تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ انبیائے کرام موجود رہے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے افضل بھی تھے مگر کبھی کسی نبی نے کسی دوسرے نبی کا عاشق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف وغیرہ علیہم السلام باوجود ایک ہی زمانے اور علاقے میں ہونے کے ان منازلِ سلوک سے مبراء ہیں، نہ ان میں سے کسی نے عاشقِ رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ ہی فنا فی اللہ کے مقام ومنزل سے انکو گزرنے کی ضرورت تھی، انبیائے کرام کا عرفان اور ہے اور اولیاء کرام کا اور، سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیر الی اللہ اور تھی اور الیاء اللہ کی سیر الی اللہ اور، سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیر جسم وروح کے ساتھ ہوتی تھی، اور اولیاء کرام کی فقط روح کے ساتھ، الغرض اولیائے کرام کا اعلیٰ ترین درجہ بھی انبیائے کرام کے ادنیٰ درجے کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ مقام کسبی نہیں وہبی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے ازل سے ہی اپنے پیغمبروں کا چناؤ کر کے اس منصب پر فائز کیا، نہ صرف یہ بلکہ اپنے محبوب اور وجہِ وجودِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ کی آمد اور انبیائے کرام سے انکی تشریف آوری پر انکی اطاعت پر بھی عہد لیا تھا جیسا کہ قرآن کی آیت سے واضح ہے: ﴿واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشّٰہدین﴾ (۳:۸۱) اسی طرح ارشادِ الٰہی ہے اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ مانے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیگا۔ (جن:۲۳)

یہی وہ عظیم الشان ہستی ہے کہ جن کے قلب اطہر کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت عطا فرمائی کہ قرآن پاک امانت کا وہ بار جس کی ہیبت وعظمت وجلالت سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں، سرکارِ دوعالم ﷺ کے قلب اطہر نے اس کو اپنے اندر جذب کیا، جب ہی تو اللہ پاک نے فرمایا: ﴿قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ﴾ (۱۸:۱۱۰) ''آپ فرمادیجئے (اے محمد) بلاشک میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے'' اور یہیں پر حضور ﷺ اور ایک عام انسان میں آسمان اور زمین کا فرق ہوگیا۔

مگر صد افسوس کہ مرزا غلام قادیانی ہمیشہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی اس عظمت وشان کو گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رانی''

(خطبہ المبامیہ روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۲۵۹)

''جس نے مجھ میں اور مصطفیٰ میں فرق کیا اس نے مجھے نہیں دیکھا مجھے نہیں پہچانا'' کہاں حضرت محمد ﷺ جیسی عظیم ہستی اور کہاں مرزا غلام کہ نماز میں ایک چھوٹی سی سورۃ پڑھنے سے اختلاج ہونے لگتا تھا، چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک!!

SIR COMPUTERS
& WORLD
COMMUNICATION

Deals with:
HP/Compaq, Epson, Fujifilm, Intex, Beetel, ProDot, Digisol, Odyssey, Aoc, Canon

Dangerpora Near Masjid Shareef
Islamabad Kashmir
Contact No's: 9419412525,
E-mail: sircomputers@ymail.com

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے..........

نے عورت کو کھیتی سے تشبیہ دے کر کتنی وسیع ترین حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور کیا اس کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس تشبیہ سے عورت کی تنقیض ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کھیتی کیلئے انسان کی ساری محنت اور کدوکاوش کا مقصد پیداوار ہے ٹھیک اسی طرح عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کا مقصد حصولِ اولاد جو وسیع معنی میں افزائش نسلِ انسانی ہے اسی مقصد کیلئے جنسیت میں چاشنی رکھی گئی اور اسی غرض کے پیش نظر انسان عورت سے قرب و میلان، اس سے طبعی خواہش کی تکمیل کے ساتھ اُس کی ضروریات میں اُس کا معاون، اس کے دُکھ درد میں مکمل طور پر شریک ہونے کا جذبہ رکھتا ہے تاکہ اس سے وہ پیداوار حاصل ہو جو ایک نعمت ہے اسی لئے پیغمبر اسلام محمد عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے پہلے جو دُعا سکھائی ہے اُس میں بطور خاص اس اولاد کی حفاظت کی دُعا بھی ہے جو اس عمل کے نتیجے میں انسان کو حاصل ہونے والی ہے اُس دُعا کا ترجمہ یہ ہے: ''اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد آپ ہم کو اس سے عطا کریں اُسکو بھی شیطان سے بچا''

دوسرا اہم ترین مقصد عصمت اور پاکدامنی ہے، اانسان فطری طور پر اپنے اندر کی جنسی خواہش کے سامنے بے بس اور مجبور ہے اور جب تک کوئی غیر فطری طریقہ اپنا کر اس خواہش کی بیخ کُنی نہ کی جائے جو کہ سراسر غلط ہے اس وقت تک اس پیاس کا برقرار رہنا ایک بدیہی حقیقت ہے اس خواہش کا ہیجان کبھی اس درجہ ہوتا ہے کہ اسکی تکمیل کئے بغیر انسان کو نہ سکون آتا ہے نہ قرار۔ اس کی راتوں کی نیندیں اُڑ جاتی ہیں اور دِن کا سکون غارت، اُس کی ہر قسم کی سرگرمی اسی تپش اور بھڑکتی ہوئی آگ کی نذر ہو جاتی ہے اور اگر اس کی ضرورت کی تکمیل نہ ہو تو وہ روحانی، ذہنی اور جسمانی طرح طرح کے عوارض کا شکار ہوتا، اب اگر نکاح کے بغیر یہ ضرورت پورے انسانی معاشرے پر لازماً مرتب ہوں گے، اس ناجائز تعلق کے اگلے نتائج سے دونوں لاپرواہو کر یا کنواری ماؤں کی بہتات ہوگی اور ناجائز نسل کی ایک ایسی کثرت جس کی ذمہ داری کوئی لینے کو تیار نہ ہوگا، اور یا اسقاط حمل جیسی گھناؤنی تدابیر!!!! اسلئے نکاح کے جائز راستے سے انسان اپنی عصمت اور پاکدامنی کا تحفظ کر لیتا ہے اسی لئے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ پر تین آدمیوں کی مدد کرنا لازمی ہے اُن میں سے ایک وہ شخص جو حرام کاری سے بچنے کی غرض سے نکاح کرے'' (ترمذی) یہ بھی ارشاد فرمایا ''نکاح سے انسان اپنے دین کے نصف حصہ کی تکمیل کرتا ہے اب بقیہ حصہ میں خدا کا خوف اختیار کرے'' (طبرانی)

پیغمبر اسلام علیہ السّلام نے حرام کاری سے بچنے کی نیت کی جانے والی ہمبستری کو صدقہ وخیرات قرار دیا۔ ارشاد فرمایا کہ بیوی سے جنسی تعلق قائم کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم تو اپنی نفسانی خواہش پورا کرتے ہیں، تو یہ صدقہ کیوں کر ہے؟ اور اس میں بھی اجر وثواب کیوں ہے؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری یہی عمل حرام جگہ پر استعمال ہو تو کیا گناہ ہوتا؟ عرض کیا گیا، بے شک گناہ ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب جائز طریقے پر عمل کیا گیا تو اجر کیوں نہ ہوگا''۔

بقیہ : عورتوں کا کالم......

ہوں کہ آج کل کی عورتوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہوگا کہ وہ دَور اور تھا اور یہ دَور اور ہے، یہ زمانہ برائیوں کا زمانہ ہے تو یہ خاتون بھی اسی دَور کی ہیں اس وقت بھی فساد بگاڑ، مادیت، عریانیت سبھی کچھ ہوتا تھا جو آج ہے، یہ خیال اور سوچ بھی انہیں خواتین کی ہوسکتی ہے، جو عمل اور فرائض سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہیں، بہرکیف ان واقعات وحالات سے غرض محض پڑھنا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ پڑھیں اور پڑھ کر اپنی کوتاہیوں کی تلافی اور ناپسندیدہ ماضی سے دامن چھڑا کر جاذب حال واستقبال کی جستجو میں گرم رفتار ہوں۔☆

دارالعلوم سواءالسبیل آپ کی خدمت..........؟

دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام جومحتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواءالسبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاون کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

شادی کے موقعہ پر نماز سے عورتوں کی غفلت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ نوراللہ مرقدہٗ

بیاہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اکثر نمازیں قضا کردیتی ہیں، اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں اور دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں۔ نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے، کیسی بے جا بات ہے؟ اسی طرح جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے اُن میں رمضان کے روزے بھی رکھنا ہے، پُرانی عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں تو کوتاہی کرتی ہیں مگر روزوں میں مردوں سے آگے رہتی ہیں مگر آج کل کی اُبھرتی ہوئی نسل، اسکول وکالج کی پروردہ پود روزہ نماز دونوں سے غافل ہے، غافل ہی نہیں نماز روزہ کا مذاق اُڑاتی ہے اور اسلام کے کاموں پر فقرے کسے جاتے ہیں، دُنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا آخر مرنا ہے، قبر کی گود میں بھی جانا ہے، یہ ٹیڈی فیشن اور موڈرن اسٹائل وہاں کیا کام دے گا، اَفسوس آخرت کی فکر نہیں کرتے گویا ہمیشہ اسی دُنیا میں رہیں گے۔ ''یَحسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخلَدَهٗ'' عورت کو چاہے پاک دامن رہے، عزّت وعصمت محفوظ رہے، نسوانیت کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور بس! نامحرموں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام کرنا نظریں نیچی رکھنا بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا اور کسی مجبوری سے نکلنا پڑے تو کسی محرم کو ساتھ لیکر خوب پردے کا خیال کرتے ہوئے نکلنا ان چیزوں سے عورت کو عفت وعصمت محفوظ رہ سکتی ہے۔ آج کے دَور میں یہی چیزیں ناپید ہورہی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی بہت سی لڑکیاں تو پردہ کا مذاق بناتی ہیں اور شرم وحیا کو عیب سمجھتی ہیں کالج کے طلبہ اور طالبات آپس میں فرینڈ (دوست) بن جاتے ہیں، جو چیزیں خلافِ عصمت ہیں وہ دوستی میں نبھ جاتی ہیں، پھر بن بیاہی ماؤں کی اولاد کوڑے کے ڈھیروں اور نالوں کی گہرائیوں میں پڑی ملتی ہے، سب نظروں کے سامنے ہے مگر آنکھوں پر ایسے پردے پڑے ہیں کہ شریعت کی پابندیوں کے مطابق بہو بیٹیوں کو چلانے پر مرد بھی راضی نہیں ہیں، آخر ان کے ذہن بھی تو دُشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ نے مسموم کردیئے ہیں اور آزادی کا زہر پلا کر سب کے دماغوں کو فالج زدہ کردیا ہے حق بات کوئی اثر نہیں کرتی۔ ''فَسَيَعلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُون'' عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے شریعت میں شوہر کے بڑے حقوق ہیں قرآن شریف میں فرمایا ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعضَهُم عَلٰى بَعضٍ'' مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''وَلِلرِّجَالِ عَلَيهِنَّ دَرَجَةٌ'' اور مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ان آیتوں میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور سردار بتایا ہے، اولاد کی پرورش خانگی امور مرد وعورت دونوں ہی کے باہمی میل محبت اور مشورہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن شوہر کا مرتبہ بڑا ہے، مردوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت وطاقت زیادہ دی ہے، وہاں اُسے سمجھ بھی زیادہ دی ہے، حوصلہ، ہمت، بہادری، دلاوری مردوں میں زیادہ ہے، اِلَّا ماشآء اللہ۔ ان اوصاف کی وجہ سے مرد کو برتری دی گئی ہے اور اسے عورت کا سردار بتایا گیا ہے، جو سردار ہے اُس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے ورنہ کاموں میں خلل پیدا ہوجاتا ہے دَور حاضر کی فیشنبل عورتیں مرد کی سرداری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اپنے کو بیوی اور شوہر کو شوہر کہنے کو بھی آبرو کے خلاف سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے بیوی نہیں بلکہ فرینڈ کہو۔ بیوی کہنے میں انسلٹ ہے۔ شریعت نے عورت کے لئے کسی ایک مرد سے نکاح کر کے خاص اسی مرد کے ماتحت رہنے کا جو قانون بنایا ہے، اسی دوستی والی بات ہی کو تو ختم کیا ہے۔ دوستی میں ایجاب وقبول، نکاح، گواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے دل ملا، آنکھ لگی ساتھ ہولیے، یہ طریقہ انبیاء کرام علیہم السَّلام کے راستہ کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ آج انسان اپنی انسانیت کی قیمت بھی نہیں پہچانتا۔ زندگی کے رُخ کو محض حیوانیت پر ڈالنے کو کمال ترقی سمجھنے لگا ہے۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 24 | 05 July 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 06-07-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

نکاح کا اہم ترین مقصد پاکدامنی ہے

مفتی نذیر احمد قاسمی صاحب۔مدظلہ العالی

نکاح ہی وہ خطِ امتیاز ہے جس سے انسان اور جانور میں فرق ہوتا ہے، اسلئے کہ جانوروں کے اپنی جنسی ضرورت پورا کرنے کیلئے نہ کوئی ضابطہ ہے نہ حد بندی اور نہ ہی قانون ہے نہ کوئی پابندی مرد عورت کے درمیان قائم ہونے والے تعلقِ جنسی کیلئے نکاح کا ضابطہ مقرر کر کے بلاشبہ خالق انسان نے انسان کو جہاں جہاں زنا اور اُس کے بھیانک عواب سے محفوظ کردیا ہے وہیں خاندان، رشتہ داری، امداد باہمی، حسنِ سلوک و ہمدردی، ضبطِ نفس اور ادائیگی حقوق اخلاقی صفات اور حسن معاشرت کا مکمل نظام قائم ہونے کی ایسی عظیم شاہرا مقرر کردی ہے جو درحقیقت پوری زندگی کو محیط ہے۔

غور کیجئے مرد و عورت کا تعلق اگر نکاح کے بغیر قائم ہو تو اس کے نتائج یہی نہیں ہوں گے کہ انسان کی جنسی زندگی جانور کی طرح ہوگی کہ جن کا قرب و تعلق صرف جنسی ضرورت کی تکمیل تک محدود رہتا ہے، اور اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے مکمل طور پر لاتعلق ہوجاتے ہیں۔

نکاح ہی کے نتیجے میں مرد،عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے کے بعد اُس سے پیدا ہونے والے نتائج کے ہر ہر مرحلے میں معاون اور اسکی ہر تکلیف میں رفیق اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہمدرد بنتا ہے۔

اسلئے قرآن کریم میں بھی اور پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ارشادات سے اور اپنے عمل سے نکاح کی خوب ترغیب دی ہے۔قرآن مجید میں اللہ کا حکم ہے: ’’تم میں سے جو بے نکاح ہوں اُن کا نکاح کراؤ، (مرد ہوں یا عورت) (النور:۲۳) اللہ تعالیٰ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں: ’’جو عورتیں تم کو پسند ہوں (اور تم اس کی جسمانی قوت اور مالی وسعت بھی رکھتے ہو) اُن میں سے دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو‘‘ (النساء:۳)

اس ارشاد میں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا گیا کہ کسی شخص کی جسمانی قوت اور مالی وسعت ایک زائد نکاح کا تقاضا کرے، تو بجائے اس کے کہ کوئی غلط راستہ اختیار کر کے اس جنسی پیاس کو بجھایا جائے، مزید نکاح کرلئے جائیں۔اور ایک سے زائد نکاح کرلئے گئے تو بیویوں کے درمیان مکمل انصاف، عدل اور ہر طرح کی عملی برابری برتنے کی سخت تلقین کی گئی اور جو شخص اس میں ناانصافی کرے اس کیلئے اس ناانصافی کا بُرا انجام بھگتنے کی وعید سنائی گئی نکاح کے سلسلے میں پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد (ہر خطبہ میں سنایا جاتا ہے کہ) ’’نکاح کرنا میری سنت ہے یعنی پسند کردہ طریقہ ہے‘‘ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ نکاح سے انسان دین کے نصف کو محفوظ کرلیتا ہے اور بقیہ نصف کیلئے اُسے فکر کرنی چاہیے۔(معجم طبرانی)

غور کیجئے کہاں یہ بات کہ جنسی تعلق کو چاہے وہ نکاح ہی کے ذریعے ہو ہر حال میں ناپاک عمل قرار دیا گیا، جیسا کہ کارئم سوتھم (جو رہبانیت کا ایک عیسائی علمبردار تھا) نے کہا۔اور کہاں یہ ارشاد کہ نکاح انسان کے نصف دین کی تکمیل کردیتا ہے۔

نکاح کا پہلا مقصد چونکہ عفت و عصمت کی حفاظت اور جنسی بے راہ روی سے بچنا ہے، اور معاشرے کو بُرائی سے بچانا ہے، اور یہ تمام امور انسان کے دین سے وابستہ ہیں تو نکاح کے ذریعہ گویا انسان نے ان تمام امور میں وہی طریقِ کار اپنایا جو اس کا دین اس کیلئے مقرر کرتا ہے۔لیکن اگر کوئی معاشی تنگدستی کی بنا پر نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، جنسی بے راہ روی سے بچنا اور اپنی عصمت کو محفوظ رکھنا اُس کیلئے چونکہ ضروری ہے، اسلئے اُس کو پاک دامن رہنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ’’اور جن کو نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو وہ اپنے آپ کو پاک دامن رکھیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے خوش حال کردے (اور اُس کے بعد وہ نکاح کرپائیں) (النور:۳۳)

گویا اسلام نے عصمت کے تحفظ کیلئے نکاح کا راستہ مقرر کردیا ہے لیکن جو شخص اس ذریعہ تحفظ کو اختیار کرنے سے عاجز ہو اُسے ناجائز راستوں سے جنسی خواہش پورا کرنے کی چھوٹ نہیں دی گئی، بلکہ پاک دامن رہنے کا حکم دیا اور چونکہ صرف یہ حکم اُس کی جنسی خواہش کے اُبھرتے ہوئے طوفان کو روکنے میں ناکافی ہوسکتا تھا اسلئے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا عملی علاج یوں ارشاد فرمایا ’’اے جوانو! تم میں جو نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ آنکھوں کو نیچا رکھنے والا، زِناکاری سے بچانے والا ہے اور جو نکاح نہ کرسکے اس کے روزہ ہے کہ یہ روزہ اس کیلئے جنسی شہوت کو دبا دینے والا ہے۔قرآن مجید میں جن انبیاء کا تذکرہ ہے اُن میں سے بہت سے نبیوں کا حال اس طرح بیان ہوا ہے کہ اُن کے ساتھ ساتھ اُن کی بیویوں کا تذکرہ بھی کیا گیا۔ مثلاً حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت لوطؑ، حضرت زکریاؑ کا ذکرِ مبارک ہوا تو اُن کا ازواج بھی کیا گیا اور ایک آیت میں یہ ارشاد ہوا: ’’یقیناً ہم نے آپ سے پہلے انبیاء بھیجے اور اُن کو بیوی بچے بھی عطا کئے‘‘۔(الرعد:۳۸)

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور اس سے حاصل ہونے والے دینی اور دُنیوی فائدوں کے سلسلے میں تمام انبیاء کا طریقہ کار بالعموم یہی تھا کہ وہ تجرّد کی زندگی کے بجائے تاہل کی زندگی اپنائیں یعنی بے نکاح رہنے کے بجائے نکاح کا عمل اختیار کریں۔گویا نکاح فطرت کی پکار ہے اور بے نکاح رہنا فطرت سے فرار اور اسی لئے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غیر شادی شدہ رہنے کی نفی فرمائی۔

حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عثمان بن نطعون کو تجرد کی زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا، اگر آپ اس کی اجازت دیتے تو ہم اختصاء کروالیتے یعنی اپنے آپ کو خصّی کروالیتے۔

ان ارشادات کی بنا پر اسلام نے ہر اُس شخص پر نکاح لازم کردیا ہے جو جنسی خواہشات کے ہیجان میں ہو اور نکاح کرنے کی مالی وسعت بھی رکھتا ہو اور جو شخص اپنی جنسی خواہش کو قابو میں رکھے ہوئے ہو اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہو اُس کیلئے بھی نکاح کرنا سنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔جب کہ پہلی قسم کے لوگوں کیلئے واجب ہے نکاح کی اہمیت کے سلسلے میں یہ حقیقت قابل غور ہے کہ انسان طبعی طور پر اپنے جنس مخالف کی طرف ایک دائمی میلان رکھتا ہے، چنانچہ مرد کے اندر عورت کی طرف جھکاؤ، اس کی رفاقت کی شدید خواہش، اُس کے ساتھ قرب کی ایک زبردست پیاس فطری داعیہ ہے، اسی طرح عورت کے اندر کے اندر مرد کی طرف میلان، اُس کا سہارا لینے کی مضطربانہ تمنا اور اسی کی رفاقت میں اپنی زندگی گزارنے کی ایک نہ مٹنے والی بھوک ہوتی ہے۔

اس دو طرفہ انجذاب اور کشش کا سبب صرف جنسی تقاضے ہی نہیں ہوتے، بلکہ اس کے علاوہ دیگر بے شمار معاملات ہوتے جن میں وہ ایک دوسرے کے رفاقت اور تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، چنانچہ بڑھاپے میں جب کہ زندگی کا جنسی پہلو بہت حد تک مضمحل اور کبھی بلکہ ختم ہوچکا ہوتا ہے اس وقت بھی میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے وجہ سکون اور ایک دوسرے کیلئے بغیر سخت مضطرب اور بے چین رہتے ہیں۔چاہے زندگی کی دیگر تمام ضروریات کے وسائل مہیا ہو مگر یہ آپس کی اُس مخصوص غمگساری، تعلق خاطر اور رفاقت کا کوئی دوسرا بدل قبول نہیں کرتے، اور اسی لئے بڑھاپے میں پہنچ کر بھی یہ ایک دوسرے کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کے جذبہ سے سرشار ہوتے ہیں۔فطرت انسانی ان وسیع ترین اُمور کی بنا پر نکاح مقرر کیا گیا جو ایک مضبوط بندھن ہے، لہٰذا اگر انسان اس سے انحراف کرتا ہے تو وہ فطرت سے انحراف ہوگا، اور جن مذاہب اور فلسفوں نے کنوارے پن کو شرف انسانیت قرار دے کر اُسے اپنانے کا مشن چلایا وہ اس خلافِ فطرت جرم اپنانے کا شکار ہوگئے، جس کا ایک المناک ردّعمل وہ جنسی بے راہ روی ہے جو اُن اقوام میں خصوصیت سے مسلط ہے جن کو رہبانیت اور سادھوازم کا سبق صدیوں تک پڑھایا گیا اور اس کو مذہب کے حوالے سے پیش کیا گیا اور یا وہ ردّعمل ہے جو اس وقت مغرب اقوام کی تباہی کا قطعی سبب ہے۔

نکاح کے سلسلے میں یہ امر طے ہے کہ اس کا مقصد صرف جنسی لذت ہرگز نہیں، اگرچہ یہ جنسی ضرورت جائز ذریعہ سے پورا ہونا بھی نکاح کا پہلا نفع ہے اور جنسی ہیجان کی بے تابی کا بے ضرر اور فطرت کی حدود کی رعایت کے مطابق علاج بھی اسی میں ہے لیکن انسان فطرت کے تمام داخلی اور خارجی مقتضیات کے پیدا کرنے والے اللہ نے جنسیت میں لذت و چاشنی کسی عظیم اور وسیع ترین مقصد کیلئے رکھی ہے اور جب کہ بعض جنسیات علمبرداروں اور انسانی زندگی کی تمام سرگرمیوں کا مرکزی نقطہ جنس ہی کو قرار دینے والے فلسفیوں نے سنگین ٹھوکر کھائی اور مسموم ذہنیت سے نکلنے والی سوچ اور احمقانہ خیالات کو حقائق کا نام دیا یہاں تک کہ جنسی خواہشات کی تکمیل کو ہی مقصد حیات قرار دیا کہ انسان ایک برتر قسم کا جانور ہے جو صرف نفسانی لذتوں سے لطف و حظ اُٹھانے کیلئے پیدا ہوا ہے اور جو انسان جس درجہ میں اس جنسی استلذاذ سے متمتع ہوا وہ اُسی درجہ زندگی کے مکمل مدارج سے بہرہ وَر ہے جب کہ حقیقت اس سے بہت دُور ہے اور برتر ہے۔نکاح حیاتِ انسانی کے تقاضوں اور سرگرمیوں کو جس طرح احاطہ کرتا ہے اس پر سرسری غور بھی اگر کیا جائے تو بھی یہ حقیقت واضح ہو گی کہ اس کا مقصد صرف جنسی خواہشات کی تکمیل تک ہی محدود نہیں۔دراصل نکاح کا سب سے اہم اور اساسی مقصد بقائے نسل ہے قرآن مجید میں ہے تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی کی طرح ہے یعنی جس طرح انسان اپنی کھیتی پر ایک متعین مقصد کیلئے محنت کرتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے اس سے اچھے پیداوار کی خاطر نئی اور مفید سے مفید تدبیریں اختیار کرتا ہے اس کیلئے ہر قسم کی قربانی اور جہد مسلسل کو اپنے لئے لازم کرتا ہے، اس کی وجہ سے ہر قسم کے آرام تک کو تیج دیتا ہے، دھوپ، بارش، گرمی، سردی رات کی اندھیری اور آرام کے تقاضوں کی پرواکئے بغیر کھیتی کیلئے ہمہ وقت سرگرم رہتا ہے، اس میں کسی غیر کی مداخلت برداشت نہیں کرتا، اس کیلئے اچھے سے اچھے بیج، پانی، کھاد اور دوسری ضروریات مہیا کرنے میں ہر وقت آمادہ رہتا ہے اور اس سب کے بعد اُسکی پیداوار کو ایک نعمت سمجھتا ہے۔کھیتی کے متعلق ساری صورت حال کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ قرآنِ مجید میں خالق کائنات

// بقیہ صفحہ 7 پر......